غرر اور مختلف بیوعات کے احکامات پر اس کے اثرات: ایک تحقیقی جائزہ

Uncertainty and its impacts on rulings of different contracts: A critical analysis

کریم داد[i] ممتاز خان[ii]

Abstract

One of the basic principles of Islamic rules for financing is lawfulness in earning. Allah Almighty has ordered the believers to avoid the unlawful practices in financial matters. Uncertainty is one of the prohibited modes mostly acquired in dealings. It means the ambiguity in the status of commodity. This deficiency in contract causes the conflict between the two parties.

In Islamic point of view any such experience that leads to the mutual differences, is restricted. The uncertainty has generated many financial problems. In the article under discussion, the uncertainty has been evaluated in light of the Islamic teachings. Moreover, the impacts of uncertainty on different dealings have also been elaborated in the article.

Key Words: *Islamic Finance, Uncertainty, contracts*

اسلام کے تجارتی اصولوں میں سے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے نہ کھائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[1]

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔"

اس اصول پر اسلام کے بہت سے تجارتی احکام کا دار و مدار ہے۔ انہیں میں سے ایک حکم غَرَر سے ممانعت کا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے جس میں دھوکہ دہی، غلط امید دلانا، مَبیع کو خطرے میں ڈالنا وغیرہ خرابیاں موجود ہوں، کیونکہ ان خرابیوں کا ارتکاب کر کے مال کمانے والا نہ صرف ناحق مال کھانے کا مرتکب ہوتا ہے، بلکہ اس کے اس عمل کی وجہ سے پورا معاشرہ پریشانی اور عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ علامہ نووی رحؒ کہتے ہیں:

"وأما النهي عن بيع الغرر فهوأصل عظيم من أصول كتاب البيوع ويدخل فيه مسائل كثيرة غيرمنحصرة[2]"

"بیع الغَرَر سے ممانعت کا حکم کتاب البیوع کے اندر ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے جس کے اندر بے شمار مسائل شامل ہیں۔"

---

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

[ii] پی ایچ۔ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

اسی طرح ڈاکٹر صدیق محمد الامینی کہتے ہیں کہ اسلامی فقہ کے اندر دو نظریات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں (۱) غَرَر کا نظریہ (۲) ربا کا نظریہ، لیکن معاملات کے اندر غَرَر کا نقصان رِبا سے زیادہ ہے۔غَرَر کا وجود زمانۂ جاہلیت کے بہت سے معاملات (بیع الملامسة،بیع المنابذه،بیع الخَطرة اوربیع العربون وغیرہ) کے اندر ملتا ہے۔

جدید دور میں دوسری چیزوں کی طرح تجارت اور باہمی لین دین میں بھی کافی پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں، نئی نئی صورتوں نے جنم لیا ہے۔ان تمام صورتوں اور طریقوں میں غرر کو سمجھنے اور جدید معاملات میں اس کا جائزہ لینے کی اشد ضرورت ہے،تاکہ ممکن حد تک فریقین (بائع اور مشتری) نقصان سے بچ سکیں۔اسی بات کی ایک کوشش زیرِ نظر آرٹیکل میں کی گئی ہے، جس میں پہلے غرر کا تعارف پیش کیا گیا ہے،اس کے بعد غرر کے بنیادی مباحث کو زیرِ بحث لایا گیا ہے اور پھر مختلف بیوعات کے احکامات پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

غرر کا تعارف

غرر عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی دھوکہ دینا اور غلط امید دلانا ہے، چنانچہ لسان العرب میں ہے:

"غَرَر غَرَّهُ يغُرُّه غَرًّا وغُروراً وغِرّة؛ فَهُوَ مَغرور وَغَرِيرٌ: خدعه وأَطعمه بِالْبَاطِلِ[3]"

عربی کا ایک محاورہ ہے؛أناغررمنک یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی سے دھوکہ کھائے اسی طرح مصباح اللغات میں بھی یہی معنی مذکور ہے[4]۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں:

" غَرَر ایسی چیز کو کہتے ہیں کہ جس کا ظاہر پسندیدہ ،جبکہ باطن مکروہ اور ناپسندیدہ ہو[5]۔"

علامہ ابن الاثیرؒ اس کی تصریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"غَرَر: ماله ظاهر تؤثره، وباطن تكرهه، فظاهره يغرُّ المشتري وباطنه مجهول[6]."

"غرر یہ ہے کہ کسی چیز کا ظاہر تو متاثر کرے اور اس کا باطن ناپسندیدہ ہو۔پس اس کے ظاہر سے خریدار کو دھوکہ ہو کیونکہ اس کا باطن اسے معلوم نہیں اور وہ مجہول ہے۔"

قرآن مجید میں بھی عام طور پر غَرَر کا لفظ دھوکہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

"يٰأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ[7]"

"اے انسان تجھ کو اپنے مہربان پروردگار کے باب میں کس چیز نے دھوکا دیا۔"

اسی طرح غَرَر خطَر کے معنی میں بھی آتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کا اپنے آپ کو یا اپنے مال کو خطرے میں ڈالنا۔المنجد میں ہے:

"الغَرَرالتعریض لِلهلاک[8]"

"اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنے کا نام غَرَر ہے۔"

شرعی اور فقہی اصطلاح میں غرر ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس کا انجام غیر معلوم ہو۔علامہ سرخسیؒ کہتے ہیں:

"الْغَرَر مَا يَكُونُ مَسْتُور الْعَاقِبَةِ[9]"

"غرَر ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس کا انجام پوشیدہ ہو۔"

علامہ کاسانیؒ کہتے ہیں:

الغرر هو الخَطَر الذي استوى فيه طرف الوجود والعدم[10]

"غرر خطر پر مبنی ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس میں وجود اور عدم دونوں جہتیں برابر ہوں، یعنی بَیع کے ہونے یا نہ ہونے میں شک سا ہو"۔

امام مالکؒ نے الموطا میں لکھا ہے:

"أَنَّ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ، وَالْغَرَرِ، اشْتِرَاءَ مَا فِي بُطُونِ الْإِنَاثِ، مِنَ النِّسَاءِ، وَالدَّوَابِّ۔لاَ يُدْرَى أَيَخْرُجُ، أَمْ لاَ يَخْرُجُ؟ فَإِنْ خَرَجَ لَمْ يُدْرَ أَيَكُونُ حَسَناً، أَمْ قَبِيحاً. أَمْ تَامّاً، أَمْ نَاقِصاً. أَمْ ذَكَراً، أَمْ أُنْثَى[11]."

"مخاطرہ اور غرر میں عورتوں اور مؤنث جانوروں کے حمل کی بَیع بھی شامل ہے، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ بچہ پیدا ہوگا یا نہیں ؟اگر پیدا ہوا تو یہ معلوم نہیں کہ خوبصورت ہوگا یا بدصورت؟ اور تام الخلق ہوگا یا ناقص؟ مذکر ہوگا یا مؤنث؟ ان تمام چیزوں سے ان کی قیمت میں فرق آتا ہے۔"

مذکورہ بالا تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ بیع الغرر اس معاملے کو کہتے ہیں کہ جس کے اصل اجزاء کے اندر دھوکہ اور پوشیدگی ہو، جس کی وجہ سے اس معاملے کا انجام غیر یقینی ہو۔

زمانۂ جاہلیت میں غرر کا مفہوم

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں مختلف قسم کے معاملات کا رواج تھا لیکن ان کے یہ معاملات کسی شرعی ضابطے اور قانون کے پابند نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ان کے اپنے عرف وعادت اور قبائل کے طے کردہ نظام پر مبنی ہوتے تھے۔ اس میں یہ معیار نہیں تھا کہ فلاں معاملہ غرر پر مبنی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے اور فلاں معاملہ جائز ہے، بلکہ جس معاملے کو ان کا عرف ورواج جائز قرار دیتا تھا تو وہ اسے کر گزرتے، خواہ اس میں غرر ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ اس زمانے میں جس طرح جائز معاملات مضاربت اور شراکت موجود تھے تو اسی طرح معاملات کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی تھی جن میں غرر کا پہلو نمایاں ہوتا تھا، جیسے حمل کی بیع، بیع الملامسہ اور بیع المنابذہ۔

اسلام آنے کے بعد تبدیلی

اسلام آنے کے بعد ان معاملات میں تبدیلی واقع ہوئی، اسلام نے پہلے سے جاری تمام معاملات کو ناجائز قرار نہیں دیا، بلکہ ان میں سے جو معاملات شرعی اصولوں کے مطابق تھے تو انہیں برقرار رکھا اور جن میں اصلاح کی ضرورت تھی تو ان میں تبدیلی پیدا کر کے اسے اختیار کرنے کی اجازت دی، اور جن میں اصلاح کی صورت مشکل تھی تو اسے ناجائز قرار دیا۔ جن معاملات کو برقرار رکھا ان میں شراکت اور مضاربت شامل ہیں، جن میں اصلاح کی گئی ان میں بیع سلم قابل ذکر ہے، اور جن کو ناجائز قرار دیا گیا، تو ان میں بیع الحصاۃ، ملامسہ، منابذہ اور حمل کی بیع وغیرہ نمایاں ہیں۔ ان معاملات کو ناجائز قرار دینے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کے اندر غرر موجود تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام

میں غرر کا جو تصور پایا جاتا ہے تو زمانہ جاہلیت کے عرب اس سے بالکل نابلد اور بے خبر تھے۔ چنانچہ الشیخ علی الخفیف لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ جب تشریف لائے تو اس امت کے سابقہ روایات اور معاملات کو بالکل ختم نہیں کیا بلکہ اس کی اصلاح فرمائی اور اس کا حل تلاش کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اسے گندگی سے پاک کیا، ظلم سے نکالا اور جاہلیت اور بت پرستی کے میل کچیل اس سے دور کیا، ناقص کی اصلاح کی اور درست کو برقرار رکھا۔ آپ ﷺ نے سود کو حرام قرار دیا، معاملات کا نظام درست کیا اور اس سے غرر، دھوکہ دہی اور غبن فاحش کو ختم کیا، جبکہ اجارہ، رہن اور عاریت کو صحیح ہونے کی وجہ سے برقرار رکھا۔ الغرض غرر سے متعلق اسلامی فقہ کا نظریہ اس سے بالکل مخالف ہے جو زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرے کے اندر پایا جاتا تھا[12]۔"

غرر سے متعلق قرآنی آیات

قرآن مجید میں کسی جگہ غرر کا لفظ ذکر کر کے اس کے احکام بیان نہیں کیے گئے، البتہ ایک ایسا ضابطہ بیان کیا گیا ہے جس میں غرر کی تمام صورتیں داخل ہو جاتی ہے وہ ضابطہ ہے،

"کسی کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کا حرام ہونا۔"

قرآن مجید میں جابجا مختلف مقامات میں دوسرے کے اموال کو ناجائز طریقے سے کھانے اور استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[13]

"آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ"

"مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے۔"

مذکورہ آیات میں اکل بالباطل کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے دوسرے کے مال کو ناحق طریقے سے کھانا، اس لفظ کی تفسیر میں مفسرین نے "غرر" کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ابن العربی مالکیؒ لکھتے ہیں:

"يَعْنِي: بِمَا لَا يَحِلُّ شَرْعًا وَلَا يُفِيدُ مَقْصُودًا؛ لِأَنَّ الشَّرْعَ نَهَى عَنْهُ، وَمَنَعَ مِنْهُ، وَحَرَّمَ تَعَاطِيَهُ، كَالرِّبَا وَالْغَرَرِ وَنَحْوِهِمَا[14]"

"اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو شرعاً ناجائز ہوں اور مقصود کے لیے غیر مفید ہوں کیونکہ شریعت نے ان سے روکا ہے اور اس کے معاملات کو ناجائز قرار دیا ہے جیسے سود اور غرر وغیرہ۔"

اسی طرح علامہ قرطبیؒ اکل باطل کی تفسیر میں مختلف ناجائز معاملات کا ذکر کرنے کے بعد ان کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"لأنه من باب بيع القمار والغرر والمخاطرة[15]"

"کیونکہ ان میں قمار (جوا)، غرر (دھوکہ) اور خطر کی خرابی پائی جاتی ہے۔"

غرر سے متعلق احادیث

غرر کی ممانعت اور حرمت سے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں، جنہیں محدثین کرام نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1. عن أبي هريرة، قال: «نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة، وعن بيع الغرر[16]

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع الحصاۃ اور بیع الغرر سے منع فرمایا۔"

2. عن ابن عباس، قال: «نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر[17]»

"عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع الغرر سے منع فرمایا۔"

3. عن عبد الله بن مسعود ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا تشتروا السمك في الماء فإنه غرر[18]

"عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانی میں موجود مچھلی کو نہ خریدو کیونکہ یہ غرر ہے۔"

غرر کا شرعی حکم

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بیع الغرر ناجائز ہے ان کا استدلال اکل بالباطل سے ممانعت والی آیات اور مذکور احادیث سے ہے، جن میں بیع الغرر سے منع فرمایا گیا ہے اور پھر اس ممانعت میں غرر کی تمام صورتیں داخل ہیں۔

غرر کی اقسام اور بیوعات کے احکامات پر ان کا اثر

دو طریقوں سے غرر کی تقسیم کی جاسکتی ہے۔ ایک مؤثر ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے، اور دوسری اسباب غرر کے اعتبار سے۔ مؤثر ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے فقہائے کرام کے نزدیک اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ غرر مؤثر ۲۔ غرر غیر مؤثر

غرر مؤثر سے مراد وہ غرر ہے جس کا اثر عقد میں ظاہر ہو اور اس کی وجہ سے عقد فاسد یا باطل ہو جائے۔ جب کہ غیر مؤثر اس غرر کو کہا جاتا ہے کہ جس کا اثر عقد میں ظاہر نہ ہو۔

غرر اس صورت میں مؤثر ہوگا جب غرر کثیر ہو، غرر عقد کے اندر اصالۃ پایا جائے اور غرر عقود مالیہ میں ہو[19]۔

غرر کی تقسیم اسباب غرر کے اعتبار سے

اسباب غرر کے اعتبار سے غرر کی چار صورتیں بنتی ہیں: (۱) عقد میں جہالت ہو (۲) مبیع میں جہالت ہو (۳) بائع مبیع کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو (۴) مبیع مبنی بر خطر ہو[20]۔

1. عقد میں جہالت کی صورت میں غرر

جب کسی بیع کے عقد میں جہالت ہو، تو یہ غرر کی ایک قسم ہے، جس کی وجہ سے اس بیع پر عدم جواز کا حکم لگے گا۔ عقد میں جہالت کے اعتبار سے غرر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خود عقد اس طرح انجام دیا جائے کہ اس کی ذات

میں جہالت موجود ہو۔ جیسے مثال کے طور پر کوئی یہ کہے کہ میں تجھے اپنا مکان نقد ایک لاکھ روپے میں، جبکہ ادھار ڈیڑھ لاکھ روپے میں فروخت کرتا ہوں اور کسی ایک قیمت پر اتفاق ہوئے بغیر مجلس عقد ختم ہو جائے، تو یہاں پر بر پا کی جانے والی جہالت نفس عقد کے اندر موجود ہے۔ جس کی وجہ سے یہ عقد ناجائز ہو گی۔

عقد میں جہالت کی صورت میں غرر کی وجہ سے درج ذیل بیوعات ناجائز قرار دیئے گئے ہیں؛ بیعتان فی بیعۃ، صفقتان فی صفقۃ، بیع العربون (بیعانہ دینا)، بیع الحصاۃ، بیع الملامسۃ والمنابذہ اور تناجش

أ. بیعتان فی بیعۃ

ایک عقد میں دو عقد کرنے سے بھی عقد میں جہالت کی وجہ سے غرر کی ایک صورت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ شرعاً جائز نہیں۔ جیسا کہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

"أنه صلي الله عليه وسلم نهى عن بيعتين في بيعة[21]"

"رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کے اندر بیع کے دو الگ الگ معاملے کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

اس بات پر ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ ایک عقد میں بیع کے دو الگ الگ معاملے کرنا شرعاً ناجائز ہے اور پھر جمہور فقہائے کرام نے بیعتان فی بیعۃ کی مذکورہ بالا تشریح کو اختیار کیا ہے جو کہ زیادہ مشہور ہے اور یہی معاملہ کرنا ناجائز ہے۔

ب. صفقتان فی صفقۃ

صفقہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہاتھ مارنا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے صفقته على رأسه یعنی میں نے اس کے سر پر ہاتھ مارا۔ زمانہ جاہلیت میں اس کا عمومی رواج تھا کہ جب متعاقدین آپس میں بیع کرتے تو ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔ چنانچہ علامہ فیوجیؒ کہتے ہیں:

"صَفَقْتُهُ عَلَى رَأْسِهِ صَفْقًا مِنْ بَابِ ضَرَبَ ضَرَبْتُهُ بِالْيَدِ وَصَفَقْتُ لَهُ بِالْبَيْعَةِ صَفْقًا أَيْضًا ضَرَبْتُ بِيَدِي عَلَى يَدِهِ[22]"

" صَفَقْتُهُ عَلَى رَأْسِهِ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کے سر پر ہاتھ مارا اور وَصَفَقْتُ لَهُ بِالْبَيْعَةِ سے مراد یہ ہے کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا۔"

عرب میں یہ رواج تھا کہ جب بیع منعقد ہو جاتی تو ایک فریق دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا۔ اسی طرح صفقہ عہد کے معنی میں بھی آتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس کا اطلاق مطلق عقد پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسا معاملہ جس میں دو عقد جمع ہو جائیں خواہ وہ بیع کے ہوں یا اور معاملات ہو۔

یہاں پر بھی عقد میں جہالت کی صورت میں غرر پیدا ہوا، جس کی وجہ سے یہ عقد ناجائز ٹھہرا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صفقتين في صفقة واحدة[23]"

"رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد میں دو معاملات کرنے سے منع فرمایا۔"

دوسری روایت میں ہے:

"لا تحل صفقتان في صفقة[24]"

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

"لَا يحل صَفْقَتَانِ فِي صَفْقَةٍ[25]"

"ایک عقد میں دو معاملات کرنا صحیح نہیں ہے۔"

ت. بیع العربون (بیعانہ دینا)

عربون کے لغوی معنی ہے بیعانہ دینا، لسان العرب میں ہے:

"العربان الذى تسميه العامة الأربون ،تقول منه عربنته إذا أعطيته ذالك[26]"

اصطلاح میں عربون سے مراد خریدار کا بائع کو رقم ابتداً اس شرط پر دینا کہ اگر وہ بائع سے مطلوبہ چیز خریدے تو یہ رقم قیمت کا حصہ بن جائے گی، لیکن اگر بعد میں خریدار مطلوبہ چیز نہ لے تو وہ رقم بائع کی ہو گی۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں:

"بیع العربون یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے سامان خریدے اور اس کو کچھ رقم اس شرط پر دے کہ اگر بیع ہو گی تو وہ رقم قیمت میں شمار ہو گی اور اگر بیع نہ ہو سکی تو یہ رقم بائع کی ہو گی اور خریدار واپس نہیں لے سکے گا[27]۔"

بیع العربون میں بھی عقد میں جہالت کی وجہ سے غرر کی ایک قسم پیدا ہوئی، جس کی وجہ سے اس پر عدم جواز کا حکم لگ گیا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ[28]."

"عبداللہ بن عباسؓ، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابوالخطابؒ کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے[29]۔"

چنانچہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں:

"امام مالکؒ کے قول پر حجاز اور عراق کے فقہاء کی ایک جماعت کا اتفاق ہے، جن میں امام شافعیؒ، امام ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام رازیؒ وغیرہ شامل ہیں اس لیے کہ یہ غرر والی بیع ہے اور اس میں کسی عوض کے بغیر مال کھانا لازم آتا ہے[30]۔"

ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ سے اس کا جواز منقول ہے، کہ آپ سے بیع العربان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے اسے جائز قرار دیا[31]۔ اس وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ جائز ہے، ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بیع العربون میں کوئی حرج نہیں[32]۔ جبکہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے، کیونکہ اس میں غرر ہے۔

ث. بیع الحصاۃ

یعنی کنکر پھینکنے سے بیع ہو جانا اس بیع کو "بیع بالقاء الحجر" بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں بھی ایک قسم کا دھوکہ اور غرر پایا جاتا ہے اس وجہ سے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع الحصاۃ ناجائز ہے اور احادیث میں بھی اس کی صریح

ممانعت آئی ہے چنانچہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع الحصاۃ اور بیع الغرر سے منع فرمایا ہے[33]۔اس کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری کو یوں کہے کہ میں تیرے ہاتھ میں وہ کپڑے بیچوں گا جن پر کنکری پڑے جس کو میں پھینکتا ہوں۔اس میں بھی جہالت کی وجہ سے غرر کی ایک قسم پیدا ہوئی ،کیونکہ خریدار کے لیے غرر اور دھوکہ ہے،اس لیے کہ اس نے کوئی چیز دیکھی نہیں اور نہ دیکھ بھال کی ہے۔لہٰذا یہ ناجائز ہوگا۔

ج. بیع الملامسۃ والمنابذہ

بیع الملامسہ یہ ہے کہ خریدار بغیر دیکھے کپڑے کو ہاتھ لگائے تو وہ بیع مکمل سمجھی جائے۔ صحیح البخاری میں ابوسعیدؓ سے روایت ہے:

"الملامسة: لمس الثوب لا ينظر إليه[34]"

"بیع ملامسہ وہ ہے جس میں کپڑے کو چھونے سے بیع ہو جاتی ہے اور اس کی طرف دیکھا نہیں جاتا۔"

یعنی نہ ایجاب و قبول ہوتا ہے اور نہ مبیع کو دیکھا جاتا ہے محض چھونے سے بیع لازم ہو جاتی ہے،اسی وجہ سے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع الملامسہ ناجائز ہے اور احادیث کے اندر بھی اس کی ممانعت وارد ہوتی ہے۔چنانچہ ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

«نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة[35]»

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیع الملامسہ سے منع فرمایا۔"

دوسری حدیث میں ہے جس میں منابذہ کی بھی تصریح ہے:

"نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن لبستين، وعن بيعتين: الملامسة، والمنابذة[36]"

"ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع الملامسہ اور بیع المنابذہ سے منع فرمایا۔"

بیع المنابذہ یہ ہے کہ بائع اپنا کپڑا بغیر دیکھے خریدار کی طرف پھینکے اور وہ بیع مکمل سمجھی جائے اس سے پہلے کہ خریدار کپڑے کو الٹا پلٹا کر اچھی طرح سے دیکھ لے۔اس میں خریدار کے لیے نقصان کا اندیشہ ہے اور یہ پہلے بھی غرر یعنی دھوکے پر مبنی ہے۔لہٰذا اسلام ان دونوں کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

ح. تناجش کی ممانعت

تناجش بھی اسلامی ضابطہ تجارت میں ممنوع ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کوئی چیز خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتا، محض مشتری کو دھوکہ دینے کے لیے اس چیز کی قیمت بڑھا کر بیان کر دیتا ہے۔عام طور پر منڈیوں میں یہ ہوتا ہے کہ محض بائع کو فائدہ پہنچانے کے لیے اس چیز کی قیمت زیادہ لگادی جاتی ہے تاکہ خریدار زیادہ قیمت پر لے لے۔یہاں پر بھی غرر کی ایک قسم موجود ہے،جس کی وجہ سے یہ ناجائز ہوگا،جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن ابن عمر، «أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن النجش[37]»

"نبی کریم ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے۔"

نجش میں بھی غرراوردھوکہ ہے جوکہ ممنوع ہے۔

2۔ مبیع میں جہالت کی صورت میں غرر

مبیع یعنی جس چیز کو بیچا جارہا ہو وہ مجہول ہو معلوم اور متعین نہ ہو۔اگرچہ مبیع کی متعدد ہم جنس اشیاء سامنے موجود ہو،مثلاً کپڑے مختلف طرح کے سامنے رکھے ہو اور بائع خریدار کو یہ کہے کہ میں ان کپڑوں میں سے ایک کپڑا تمہیں اتنی قیمت کے عوض فروخت کرتا ہوں۔تو یہ مجہول الذات چیز کی بیع ہوئی جوکہ عام طور پر متعاقدین کے لیے جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔لہٰذا یہ بیع شرعا ناجائز ہے۔احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر تین سے زائد اشیا موجود ہو اور کسی ایک غیر متعین چیز کی بیع کی جائے تو یہ مبیع مطلقاً ناجائز ہے خواہ خریدار کو تعین کا حق حاصل ہو یا نہ ہو۔لیکن اگر تین سے کم ہو دو ہو یا تین ہو یا ایک ہو اور پھر اس طرح بیع کی جائے تو اگر خریدار کو متعین کرنے کا اختیار حاصل ہو تو یہ صورت جائز ہے اور اگر تعین کا اختیار نہ ہو تو یہ صورت ناجائز ہے۔اگرچہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے لیکن لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر استحساناًاور مصالح عامہ کی خاطر جائز قرار دیا گیا ہے۔

"ومن اشترى ثوبين على أن يأخذ أيهما شاء بعشرة وهو بالخيار ثلاثة أيام فهو جائز، وكذا الثلاثة، فإن كانت أربعة أثواب فالبيع فاسد" والقياس أن يفسد البيع في الكل لجهالة المبيع[38]"

مبیع میں جہالت کی وجہ سے بیع المزابنۃ اور بیع المصراۃ ناجائز قرار دیئے گئے ہیں۔

بیع المزابنۃ

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو بیچا جارہا ہے اس کی مقدار معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے.اس کی ایک صورت بیع المزابنہ ہے جس کی روایت میں ممانعت آئی ہے،نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة[39]

"رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ،مزابنہ اور مخابرہ سے منع فرمایا۔"

اس کی حقیقت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں اندازے کے ساتھ بیچنا۔اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مزابنہ جائز نہیں ہے۔تکملہ فتح الملہم میں ہے:

"إن الفقهاء اتفقوا على تحريم بيع المزابنة[40]"

"فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع مزابنہ حرام ہے۔"

کیونکہ اس میں مبیع کی مقدار مجہول ہوتی ہے۔اسی طرح بیع المحاقلہ بھی ہے کہ کھیت میں لگی ہوئی کھیتی اور کٹی ہوئی فصل کا باہمی تبادلہ ہوتا ہے یہ بھی ناجائز ہے کہ مبیع کے مقدار میں جہالت ہے۔

جائز مروجہ صورت

مجہول المقدار مبیع کی ایک مروجہ صورت ہوٹلوں میں خوراک کے لیے مختلف قسم کا کھانا رکھنا جو پسند کرے جتنا پسند کرے کھالے قیمت ایک ہی ہے اس میں مبیع کی مقدار مجہول ہوتی ہے،لیکن عرف کی وجہ سے باہمی نزاع اور جھگڑا نہیں ہوتا،لہٰذا ایسا کرنا جائز ہے[41]۔

بیع المصراۃ کا حکم

اس کا مطلب یہ ہے کہ بائع دودھ دینے والے جانوروں کے تھنوں میں دودھ روک لیتا ہے، تاکہ دودھ جمع ہو کر زیادہ معلوم ہو اور خریدار سے زیادہ رقم وصول کرے۔ یہ بھی ایک قسم کا دھوکہ اور غرر ہے، جو کہ شرعاً ناجائز ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"ولا تصروا الإبل والغنم[42]"

"اونٹیوں اور بکریوں کے دودھ نہ روکو۔"

مبیع کے غیر مقدور التسلیم ہونے کے اعتبار سے غرر

جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیع کی صحت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بائع مبیع کو سپرد کرنے پر قادر ہو۔ اگر بائع قادر نہ ہو تو یہ بیع ناجائز ہے، چنانچہ صاحب ہدایہ کہتے ہیں:

"(ولا بيع الطير في الهواء) لأنه غير مملوك قبل الأخذ، وكذا لو أرسله من يده لأنه غير مقدور التسليم[43]"

"ہوا میں موجود پرندے کی بیع جائز نہیں کیونکہ بائع پکڑنے سے پہلے اس کا مالک نہیں، اور اگر وہ مالک ہے لیکن اسے ہوا میں اڑا دیا تو بھی اس کی بیع جائز نہیں کیونکہ اب بھی بائع اسے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے۔ مبیع کے غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے درج ذیل بیوعات ناجائز قرار دیئے گئے ہیں۔"

پانی میں موجود مچھلی بیچنا

پانی کے اندر موجود مچھلی کی خرید و فروخت کے متعلق احادیث مبارکہ میں ممانعت وارد ہے، عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں:

«أن النبي – صلى الله عليه وسلم – قال: لا تشتروا السمك في الماء[44]

"پانی میں موجود مچھلی کو نہ خریدو کیونکہ یہ غرر ہے۔"

ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کی بیع ناجائز ہے، البتہ اگر دو شرطیں پائی جائیں تو پھر جائز ہے۔

1. مچھلیاں بائع کی ملکیت ہو۔
2. بائع مچھلیوں کو حوالے کرنے پر قادر ہو۔

حنفیہ کے ہاں سمندر اور نہر میں موجود مچھلیوں کی بیع جائز نہیں، البتہ مملوکہ تالاب میں کل تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مچھلیاں پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑی جائیں تو یہ بائع کی ملکیت ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مچھلیاں نہ پکڑیں اور نہ خریدیں، لیکن تالاب لانے میں تدبیر کرے۔ مثلاً تالاب کے قریب نہر سے راستہ بنائے جس سے نہر کی مچھلیاں تالاب میں آجائیں، تو یہ مالک بن گیا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مچھلیاں قدرتی طور پر پیدا ہو گئیں یا خود بخود آ گئیں، تو جب تک وہ ان کو نہیں پکڑ لے گا، مالک متصور نہیں ہو گا۔

دوسری شرط کے اعتبار سے درج ذیل صورتیں ہیں۔

جن صورتوں میں مچھلیاں ملکیت میں نہیں آتیں تو انہیں پکڑے بغیر خرید و فروخت جائز نہیں اور جن صورتوں میں ملکیت میں داخل ہو گئیں تو دو صورتیں ہیں۔

أ- اگر ان کے پکڑنے کے لیے کسی تدبیر کی ضرورت ہے، مثلاً جال لگا کر پکڑنا ہے تو ان کی بیع جائز نہیں کیونکہ بائع سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے۔

ب- اگر کچھ حیلہ اور تدبیر کی ضرورت نہیں بلکہ پکڑنا آسان ہے مثلاً چھوٹے گڑھے یا برتن میں ہوں کہ ہاتھ ڈال کر پکڑا جا سکے تو پھر ان کی بیع جائز ہے۔

"ولا يجوز بيع السمك في الماء) بيع السمك في البحر أو النهر لا يجوز؛ فإن كانت له حظيرة فدخلها السمك، فإما أن يكون أعدها لذلك أو لا، فإن كان أعدها لذلك فما دخلها ملكه وليس لأحد أن يأخذه، ثم إن كان يؤخذ بغير حيلة اصطياد جاز بيعه؛ لأنه مملوك مقدور التسليم[45]"

ہوا میں موجود پرندے بیچنا

اس کی دو صورتیں ہیں:

أ- ہوا میں اڑنے والا پرندہ بائع کی ملکیت میں نہ ہو تو بالاتفاق اس کی بیع ناجائز ہے یہ غیر مملوک کی بیع ہے۔

ب- ہوا میں اڑنے والا پرندہ مالک کی ملکیت میں ہو تو احناف کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ غیر مقدور التسلیم ہے اور اس کے بارے میں صاحب الہدایہ کہتے ہیں:

"ولا بيع الطير في الهواء" لأنه غير مملوك قبل الأخذ، وكذا لو أرسله من يده لأنه غير مقدور التسليم[46]

البتہ قاضی خان اور عبد الحئی لکھنویؒ اور دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ اگر پرندے کی عادت ہو کہ اسے اڑایا جائے تو واپس آجاتا ہے، جیسا کہ گھریلو کبوتر وغیرہ، اور اسے بلا تکلف پکڑنا ممکن ہو تو بیع کرنا جائز ہے۔

"وإن باع طيراله يطير فى الهواء ان كان ذاجناح يعود إلى بيعته ويقدر على أخذه جازبيعه[47]"

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے اور یہ مثل مقبوض کے ہے اس لیے کہ ثابت بالعادت متعین ہے جبکہ حنابلہ کے نزدیک ہوا میں موجود پرندے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں:

"إذا باع طائرا لم يصح مملوكا اوغير مملوك[48]"

"اگر کسی شخص نے ہوا میں پرندے کی بیع کی تو یہ صحیح نہیں ہے خواہ وہ پرندہ اس کی ملکیت میں ہو یا نہ ہو اس لیے کہ یہ غیر مقدور التسلیم ہے۔"

مبیع کے مبنی بر خطر ہونے کے اعتبار سے غرر کا حکم

مبیع کے مبنی بر خطر ہونے کے اعتبار سے غرر کی کئی قسمیں ہیں جن میں بنیادی طور پر تین صورتیں ہیں۔

غیر مملوک کی بیع، بیع معدوم اور بیع قبل القبض

i. غیر مملوک چیز بیچنے کا حکم

غیر مملوک اشیاء کی خرید و فروخت کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے اور اس کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح کرتے تھے۔ آج کل بھی ایسا کرتے ہیں کہ چیز پاس نہیں ہوتی تاجر خریدار سے سودا اور بیع کر لیتا ہے کہ کہیں سے وہ مطلوبہ چیز خرید کر اس کو دے دوں گا۔ اب اس میں امکان ہے کہ وہ چیز فراہم نہ ہو سکے یا مشتری کو پسند نہ ہو تو فریقین میں نزاع کا باعث ہو گا۔

حدیث پاک میں حکیم ابن حزامؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:

" أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: يأتيني الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي[49]"

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس موجود نہ ہو اور میں اس کو فروخت کروں۔"

لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ غیر مملوک اشیاء کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اور اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"فهو أن يكون المبيع مملوكا للبائع[50]"

معدوم چیز بیچنے کا حکم

مبیع کے مبنی بر خطر ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت معدوم اشیاء کی خرید و فروخت بھی ہے، جو فی الحال موجود نہ ہو البتہ مستقبل میں وجود میں آنے کی امید ہو لیکن یقین نہ ہو۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ معدوم اشیاء کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ اس میں غرر بھی ہے اور باعث نزاع بھی ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانیؒ کہتے ہیں:

"بیع کی صحت کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ مبیع عقد کے وقت موجود ہو لہٰذا معدوم چیز کی بیع جائز نہیں ہے[51]۔"

علامہ ابن قدامہؒ حمل الحمل کی بیع کے عدم جواز کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے اس لیے ناجائز ہے[52]۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ ایک قسم کا بیع ہوتا تھا جانور کے حمل کی بیع جو غرر پر مبنی تھا اور باعث نزاع بنتا تھا۔ بعض اوقات اس کو لوگ مدت مقرر کرنے کے لیے مقرر کرتے تھے اسی طرح آج کل معدوم سے ملتی جلتی صورتیں جیسے صدف کے اندر موتی کی بیع، بکری کی پشت پر اون اور طبع ہونے سے پہلے کتاب کی بیع یہ جمہور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہیں۔

غیر مقبوض چیز بیچنے کا حکم

متعدد روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ قبضہ کرنے سے قبل خریدی گئی چیز کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"أن النبی صلى الله عليه وسلم، قال: «من ابتاع طعاما، فلا يبعه حتى يستوفيه وأحسِبُ كل شيء مثله[53]"

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ جس شخص نے کھانے کی چیز خریدی تو وہ اس کو اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ حکم ہر چیز کے بارے میں ہے۔"

فقہائے کرام میں سے احمد بن حنبلؒ کا مذہب یہ ہے کہ کھانے کی اشیا کی بیع قبل القبض ناجائز ہے اور باقی اشیاء جائز ہیں۔مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ کھانے کی اشیاء میں مکیلی اور موزونی چیزوں کی بیع قبل القبض ناجائز ہیں باقی کی جائز ہیں۔شوافع حضرات اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ تمام اشیاء میں بیع قبل القبض ناجائز ہے، علامہ نوویؒ کہتے ہیں:

"اما مذهبنا بطلانه مطلقاً سواء كان طعاما اوغيره[54]"

ان کا استدلال ابن عباسؓ کا قول وأحب كل شئي مثله ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ زمین کے علاوہ باقی تمام اشیاء میں بیع قبل القبض مطلقاً ناجائز ہے۔اگر زمین کی ہلاکت کا اندیشہ ہو مثلاً کسی نہر کے کنارہ ہو یا ایسی جگہ پر جہاں سیلاب یا خطرہ ہو تو پھر بیع قبل القبض جائز نہیں ہے اور اگر ایسی زمین ہو جس میں ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو تو پھر بیع قبل القبض جائز ہے۔علامہ مرغینانیؒ کہتے ہیں:

"من اشترى شيئا مما ينقل ويحول لم يجز بيعه حتى يقبضه لانه عليه الصلاة وسلام نهى عن بيع مالم يقبض ولان فيه غرر انفساخ العقد على اعتبارا لهلاک ويجوز بيع العقار قبل القبض عند ابى حنيفة وأبى يوسف[55]"

شیخینؒ منقولی اشیاء کو بیع قبل القبض کو ناجائز کہتے ہیں۔ان روایات کی بنیاد پر جن میں بیع قبل القبض سے منع کہا گیا ہے کیونکہ ان میں ہلاکت اور غرر کا اندیشہ ہے۔البتہ ایسی زمین کی خرید وفروخت قبل القبض جائز ہے جن کے ہلاک ہونے کا اندیشہ نہ ہو علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں:

"زمین کا ہلاک ہونا نادر الوقوع ہے اور نادر الوقوع معاملات پر شرعی مسائل مبنی نہیں ہوتے لہٰذا اس کی بیع جائز ہوگی[56]۔"

مذکورہ تمام اقوال اور دلائل پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کا مسلک راجح ہے اس لیے کہ شریعت کا مسلم اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص کسی چیز کو خریدنے کے بعد اسے اپنے ضمان میں نہیں لیتا اس کے لیے اس پر نفع حاصل کرنا جائز نہیں، کیونکہ ضمان اس وقت منتقل ہوتا ہے جب اس پر قبضہ آتا ہے۔

خلاصۃ البحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بیع الغرر اس معاملے کو کہتے ہیں کہ جس کے اصل اجزاء کے اندر دھوکہ اور پوشیدگی ہو، جس کی وجہ سے اس معاملے کا انجام غیر یقینی ہو۔اسی دھوکہ اور پوشیدگی کی وجہ سے ہر اس بیع پر عدم جواز کا حکم لگے گا جس میں یہ پائی جائے۔کیونکہ اس کی وجہ سے یہ عقد بائع اور خریدار کے درمیان نزاع اور جھگڑے کا باعث بنتے ہیں۔کیونکہ اسلام مسلم معاشرے کی امن وسلامتی بہر صورت برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃ النساء ۴: ۲۸

2 النووی، أبوزکریا محی الدین یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر ۱۰: ۱۵۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت (۱۳۹۲ھ)

3 الافریقی، أبوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب ۵: ۱۱، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

4 بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات: ۵۹۴، میر محمد کتب خانہ، کراچی (س۔ن)

5 القرضی، أبوالعباس شہاب الدین، الفروق ۳: ۲۶۶، بیروت، دارالمعرفہ، ۱۹۸۸ء

6 الجزری، أبوالسعادات مجد الدین المبارک بن محمد، جامع الأصول فی أحادیث الرسول ۱: ۵۲۷، مکتبہ الحلوانی، مکتبہ دارالبیان، ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء

7 سورۃ الأنفطار ۸۲: ۶

8 لوئیس معلوف، المنجد فی اللغۃ: ۵۴۶، ایران انتشارات اسماعیلیان، ۱۹۷۳ء

9 السرخسی، أبوسہل محمد بن أحمد شمس الائمہ، المبسوط، کتاب البیوع، شراء اللبن فی الضرع ۱۲: ۱۹۴، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء

10 الکاسانی، أبوبکر علاء الدین مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب البیوع، فصل في شرائط الصحة في البيوع ۵: ۱۶۳، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

11 امام مالک، مالک بن أنس، الموطأ، کتاب البیوع، باب بیع الغرر، حدیث (۲۴۵۳) مؤسسہ زاید بن سلطان آل نہیان للأعمال الخیریہ والانسانیہ، أبوظہبی، امارات، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

12 شیخ علی خفیف، أحکام المعاملات الشرعیہ: ۱۹، مطبع و سن اشاعت نامعلوم

13 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۸۸

14 ابن العربی، أبوبکر محمد بن عبداللہ، أحکام القرآن ۱: ۱۳۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء

15 القرطبی، أبوعبداللہ محمد بن أحمد شمس الدین، الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبی) ۵: ۱۵۰، دارالکتب المصریہ، قاہرہ، ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء

16 امام مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الطلاق (۱۸) باب بطلان بيع الحصاة، والبيع الذي فيه غرر (۲) حدیث ۴-(۱۵۱۳) داراحیاء التراث العربی، بیروت (س۔ن)

17 البیہقی، أبوبکر أحمد بن حسین، السنن الکبری، کتاب البیوع، باب ما جاء في النهي عن بيع السمك في الماء، حدیث (۱۰۸۵۹) دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء

18 ابن ماجہ، أبوعبداللہ محمد یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات (۱۲) باب النهي عن بيع الحصاة، وعن بيع الغرر (۲۳) حدیث (۲۱۹۵) دارالکتب العلمیہ، بیروت (س۔ن)

19 الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ: ۱۰۱، وزارۃ الأوقاف والشئون الاسلامیہ، کویت، ۱۴۰۴ھ

20 مفتی تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم شرح مسلم ۱: ۳۲۰، مکتبہ دارالعلوم، کراچی (س۔ن)

21 ابن حبان، أبوحاتم محمد بن حبان، الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، باب البیع المنہی عنہ، ذكر الزجر عن بيع الشيء بمئة دينار نسيئة وبتسعين دينار نقدا، حدیث (۴۹۷۳) موسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

22 الفیوجی، أبوالعباس أحمد بن محمد، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر ۱: ۳۴۳، المکتبہ العلمیہ، بیروت (س-ن)

23 امام احمد، احمد بن حنبل، مسند احمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، حدیث (۳۷۸۳) مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء

24 الطبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب، المعجم الأوسط ۲: ۱۶۹، حدیث (۱۶۱۰) دار الحرمین، قاہرہ (س-ن)

25 الہیثمی، أبوالحسن نورالدین علی بن أبی بکر، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، کتاب البیوع، باب مانہی عنہ فی البیع عن الشروط وغیرہا، حدیث (۱۱۱۲) دار الکتب العلمیہ (س-ن)

26 الافریقی، أبو منظور محمد بن علی مکرم، لسان العرب ۹: ۱۱۹، دار احیاء التراث العربی (س-ن)

27 ملاعلی قاری، المرقاۃ مع المشکواۃ ۶: ۸۶، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۶ء

28 الموطا، کتاب البیوع، ماجاء فی بیع العربان، حدیث ۱۵۴-(۲۲۵۷)

29 الدسوقی، شمس الدین محمد، حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳: ۶۳، دار الفکر، بیروت (س-ن)

30 ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدین عبداللہ بن أحمد، المغنی ۶: ۳۳۱، مکتبہ قاہرہ، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء

31 الطیالسی، سلیمان بن أبی داؤد، مسند الطیالسی، حدیث (۳۹۰) دار المعرفہ، بیروت (س-ن)

32 المغنی ۶: ۳۳۱

33 صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاۃ، حدیث (۳۶۹۱)

34 صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بيع الملامسة، حدیث (۲۱۴۴)

35 صحیح مسلم، کتاب الطلاق (۱۸) باب بطلان بيع الحصاة، والبيع الذي فيه غرر (۲) حدیث ۴-(۱۵۱۳)

36 صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بيع المنابذة، حدیث (۲۱۴۷)

37 صحیح البخاری، کتاب الحیل، باب مایکرہ من التناجش، حدیث (۶۹۶۳)

38 برہان الدین، أبوالحسن علی بن أبی بکر، الہدایہ فی شرح بدایہ المبتدی، کیفیۃ انعقاد البیع، باب خیار الشرط ۳: ۳۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنا (س-ن)

39 صحیح مسلم، کتاب الطلاق (۱۸) باب النهي عن المحاقلة والمزابنة، وعن المخابرة، وبيع الثمرة قبل بدو صلاحها، وعن بيع المعاومة وهو بيع السنين (۱۶) حدیث ۸۱-(۱۵۳۶)

40 تکملہ فتح الملہم ۱: ۴۰۷

41 نفس مصدر

42 صحیح مسلم، کتاب الطلاق (۱۸) باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه، وسومه على سومه، وتحريم النجش، وتحريم التصرية (۴) حدیث ۱۱-(۱۵۱۵)

43 الرومی، أبو عبداللہ ابن الشیخ شمس الدین، العنایہ شرح الہدایہ، کتاب الصلاۃ ۶: ۴۱۰، دار الفکر، س-ن

44 الشوکانی، محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ، نیل الأوطار، کتاب البیو، باب النہی عن ثمن عسب الفحل ۵: ۱۷۴، دار الحدیث، مصر ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

45 فتح القدیر، کتاب الصلاۃ ۶: ۴۰۹

46 الہدایہ، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد۳: ۴۴

47 الرازی، حسن بن منصور فخر الدین، فتاوی الہندیہ ۲: ۱۵۶،المکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ (س۔ن)

48 المغنی لابن قدامہ۶: ۲۹۰

49سنن الترمذی، أبواب البیوع،باب ما جاء في كراهية بيع ما ليس عندك،حدیث(۱۲۳۲)

50 بدائع الصنائع، کتاب البیوع فصل في الشرط الذي يرجع إلى المعقود عليه،۵: ۱۴۶

51 بدائع الصنائع۵: ۱۳۸

52 المغنی شرح التہذیب۹: ۳۵۸

53 صحیح البخاری، کتاب البیوع،باب الكيل على البائع والمعطي،حدیث(۲۱۲۶)

54 المجموع شرح التہذیب۹: ۲۷۰

55 الہدایہ مع فتح القدیر۶: ۱۳۵- ۱۳۷

56 نفس مصدر